شادی کی غلط رسمیں

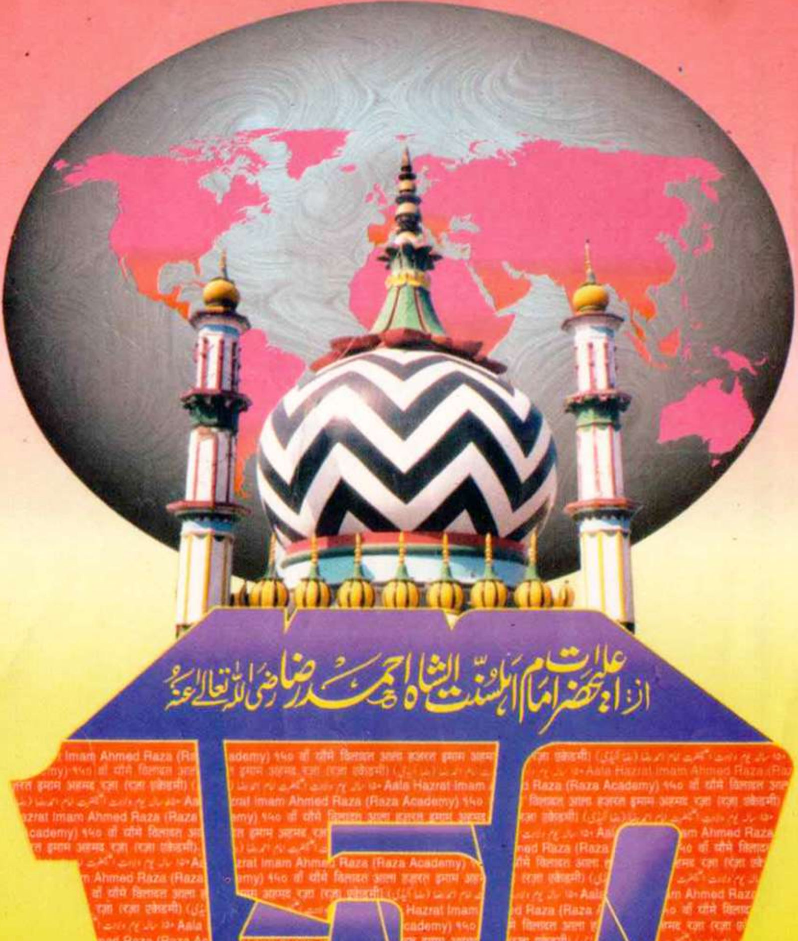

از: اعلیٰحضرت امام اہلسنت الشاہ احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ناشر: رضا اکیڈمی ممبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

ماحی الضلالۃ فی انکحۃ الھند وبنجالہ

۱۳۱۷ھ

تصنیف

اعلیحضرت امام اہلِ سُنت مجددِ دین وملت

مولانا شاہ احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ عربی عبارات

حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

تخریج و تصحیح

مولانا نذیر احمد سعیدی

بفیضِ حضور مفتیٔ اعظم علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رضا اکیڈمی ۲۶، کامبیکر اسٹریٹ ممبئی ۳
فون: ۳۷۰۲۲۹۶

سلسلۂ اشاعت ۲۶۸

نام کتاب ــــــ ماحی الضلالۃ فی انکحۃ الھند وبنجالہ
۱۳۱۷ھ

مصنف ــــــ اعلیٰحضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ عربی عبارات ــــــ حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

تخریج وتصحیح ــــــ مولانا نذیر احمد سعیدی

سن اشاعت ــــــ سنہ ۱۴۲۲ھ سنہ ۲۰۰۱ء

ناشر ــــــ رضا اکیڈمی ۲۶ کامبیکر اسٹریٹ بمبئی ۳

طباعت ــــــ رضا آفسیٹ بمبئی ۳

ماحی الضلالۃ فی انکحۃ الہند وبنجالہ

۱۳۱۷ھ

(بنگال اور ہندوستان میں نکاحوں کے بارے میں کوتاہی کو مٹانے والا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ ہجریہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ فی زمانہ جو کہ عقد ہوتے ہیں کہ ایک شخص غیر کو ولی ہندہ نے وکیل قرار دے کر اور دو شخص اور ہمراہ اُس کے واسطے گواہی کے مقرر کر کے واسطے اجازت لینے نکاح کے ہندہ کے پاس بھیجے وہ شخص کسی کا سر اور کسی کا پاؤں کچلتا ہوا ہنگامۂ مستورات میں جا کر قریب ہندہ کے بیٹھا اور یہ کلمات کہے کہ تو مجھ کو واسطے عقد اپنے کے وکیل کر دے وہ بے چاری بباعث رواج اس ملک اور شرم کے کب گویا ہوتی ہے، اکثر مستورات اس کو فہمائش کرتی ہیں مگر وہ نہیں جواب دیتی اور بعض بعض کچھ گریہ یا "ہوں" کا اشارہ کر دیتی ہیں، بعد کو وکیل صاحب باہر تشریف مع دونوں گواہوں کے لاکر، دولھا کے روبرو آکر بیٹھتے ہیں اور داہنے دولھا کے ایک شخص اور، کہ دعویٰ قضا کا رکھتے ہیں اور پیشہ کفش دوزی یا خیاطی یا نوربافی کا کرتے ہیں وہ بھی بیٹھتے ہیں ------ جو کہ وکیل صاحب مع گواہوں کے تشریف لائے تھے وہ قاضی صاحب سے سلام علیک کر کے روبرو دولھا کے بیٹھ گئے، قاضی صاحب نے وکیل صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ کا آنا کہاں سے ہوا، وکیل صاحب نے درجواب اس کے ارشاد کیا کہ دختر فلاں نے واسطے عقد اپنے کے مجھ کو وکیل مقرر کر کے

بھیجا ہے اور میری وکالت کے یہ دونوں شخص گواہ ہیں آپ اس کا عقد نوشہ ہٰذا کے ساتھ کر دیجئے۔ قاضی صاحب نے بعد طے ہونے گفتگو عقد اور تعین مہر مبلغ ایک لاکھ روپے اور بیس دینار سرخ سوائے نان نفقہ کے نوشہ کی طرف متوجہ ہو کر خیال کیا کہ کنگنہ جو ہاتھ میں دولھا کے بندھا تھا وہ کھول کر علیحدہ رکھ دیا اور سہرا کو لوٹ کر شملہ پر لپیٹ دیا اور یہ کلمات فرمائے کہ فلاں شخص کی دختر کو بوکالت فلاں شخص اور بہ گواہی فلاں فلاں شخص کے بالعوض اس قدر مہر سوائے نان نفقہ کے بیچ نکاح تیرے کے دی میں نے، قبول کی تُو نے۔ اس نے کہا قبول کی میں نے۔ بعد کو وکیل صاحب مع گواہوں کے چلے گئے، اور قاضی صاحب بھی اپنا حق نکاح خوانی مع دو رکابی پلاؤ کے لے کر تشریف لے گئے۔ دولھا نے وہ کنگنہ پھر اپنے ہاتھ میں باندھ لیا، آیا یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اور جو کہ اولاد ہوئی وہ حرام کی ہوئی یا حلال کی ہوئی؟ اور قول زید کا یہ ہے کہ نکاح درست نہیں ہوا اور جو کہ اولاد ہوئی وہ حرامی ہوئی اور شناخت حرام اور حلال کی یہ ہے کہ جو اولاد ایسے نکاحوں سے ہوتی ہے اُن سے اکثر یہ فعل سرزد ہوتے ہیں جیسے زنا یا شراب خوری یا قمار بازی یا لواطت۔ سوا اس کے جو فعل ناشائستہ ہیں وہ سرزد ہوتے ہیں یا کہ والدین سے جنگ جدال کرنا اور بزرگ کا لحاظ پاس نہ کرنا، یہ فعل اولاد صالح اور حلال سے ہرگز عمل میں نہیں آئیں گے۔ اور قول عمرو کا یہ ہے کہ کچھ اس نکاح میں قباحت نہیں اور نہ اولاد حرام ہو سکتی ہے کیونکہ قدیم سے یہی رسم چلی آئی، اگر ایسا ہو تو سب مخلوق خدا حرامی ہوگی۔ آیا قول زید کا درست ہے یا عمرو کا؟ اور قول زید کا یہ ہے کہ بالفرض کنگنہ بھی نہیں ہے اور نکاح بھی اصالۃً یا وکالۃً یا کہ جو وکیل ہے اسی نے ایجاب قبول کرایا اور بعد اس کے کلمات کفر کے طرفین سے خواہ شوہر یا عورت سے سرزد ہوئے اور ان کو تمیز نہیں ہے کہ یہ کلمات کفر ہیں جب بھی نکاح جاتا رہے گا اور جو قبل از توبہ اور سرِ نو ایجاب قبول کرنے کے اولاد ہوگی وہ بھی حرامی ہوگی۔ بینوا توجروا من اللّٰہ۔

الجواب

ظاہر ہے کہ عورت سے اذن جبھی لیا جاتا ہے کہ عاقلہ بالغہ ہو، اور بیشک عاقلہ بالغہ کا اذن شرعاً معتبر، اور بیشک دوشیزہ کا سکوت بھی اذن۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم البکر تستاذن فی نفسہا واذنہا صماتہا[1]، رواہ احمد والستۃ

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: باکرہ لڑکی سے اس کی ذات کے بارے میں اجازت لی جائے اور اجازت کے جواب میں خاموشی باکرہ کی

---

[1] صحیح مسلم باب استیذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۵

الا البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اجازت ہوگی۔ امام احمد نے اور صحاح ستہ میں ماسوائے بخاری کے اس کو ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

مگر یہ اسی وقت ہے جبکہ ولی اقرب اس سے اذن لے ورنہ مجرد خاموشی اذن نہ ٹھہرے گی۔ درمختار میں ہے:

فان استاذنہا غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرۃ لسکوتہا[1] الخ۔

اگر باکرہ سے ولی اقرب کا غیر مثلاً کوئی اجنبی یا ولی بعید اجازت طلب کرے تو یہاں باکرہ کی خاموشی رضا میں معتبر نہیں الخ۔ (ت)

اور بیشک اکثر لوگ جو وکیل کئے جاتے ہیں اجنبی یا ولی بعید ہوتے ہیں تو ایسی حالت میں اگر انھوں نے اذن لے لیا اور دوشیزہ نے سکوت کیا تو سرے سے انھیں کے لیے وکالت ثابت نہ ہوئی اور اگر اس نے صاف "ہوں" کہہ دیا یا ولی اقرب کے اذن لینے پر سکوت کیا تو اس کے لیے وکالت حاصل ہوگئی مگر وکیل بالنکاح کو شرعاً اتنا اختیار ہے کہ خود نکاح پڑھائے نہ کہ دوسرے کو پڑھانے کی اجازت دے جب تک ماذونِ مطلق یا صراحۃً دوسرے کو وکیل کرنے کا مجاز نہ ہو بغیر اس کے اگر اس نے دوسرے سے پڑھوایا تو صحیح مذہب پر نکاح بلا اذن ہوگا اگرچہ عقد اس کے سامنے ہی واقع ہو،

فی رد المحتار عن العلامۃ الرحمتی عن العلامۃ الحموی عن کلام الامام محمد فی الاصل ان مباشرۃ وکیل الوکیل بحضرۃ الوکیل فی النکاح لاتکون کمباشرۃ الوکیل بنفسہ بخلافہ فی البیع[2] الخ اقول نص الغمز عن الولوالجیۃ ھکذا الووکل رجلا فوکل الوکیل غیرہ وفعل الثانی بحضرۃ الاول فان کان بیعا اوشراء یجوز وماعدا البیع والشراء من الخصومۃ والتقاضی والنکاح والطلاق وغیر ذٰلک

ردالمحتار میں علامہ رحمتی نے علامہ حموی کے حوالے سے اصل (مبسوط) میں ذکر شدہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا کلام نقل کیا ہے کہ نکاح میں خود وکیل کی موجودگی میں وکیل کی بات معتبر نہیں ہے، بیع کا معاملہ اس کے برخلاف ہے **اقول** میں کہتا ہوں کہ غمز نے ولوالجیہ سے یوں نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے کسی کو اپنا وکیل بنایا اور وکیل نے کسی دوسرے کو اپنا وکیل بنالیا اور اگر دوسرے وکیل نے پہلے وکیل کی موجودگی میں عمل کیا تو ایسی صورت میں اگر بیع وشراء کا معاملہ ہو تو جائز ہے اور اس کے علاوہ دیگر امور مثلاً عدالتی مطالبہ، نکاح،

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

[2] ردالمحتار ؁ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۰

ذكر عصام في مختصره انه يجوز وذكر
محمد في الاصل انه لا يجوز فانه قال
اذا فعل الثاني بحضرة الاول لم يجز
الا في البيع والشراء وهو الصحيح[1]
اھ ملخصا، فاذا كان هذا هو مفاد
الاصل وقد ذيل بالتصحيح فانقطع
الخلاف واضمحلت الرواية النادرة
وسقط ما في الخانية فكيف بما في
القنية وان ايده العلامة الطحطاوي
وتركه علامة البحر في البحر
والمحقق العلائي في الدر مستشكلا
ولا غرو فقد شهدت كلماتهم
رحمهم الله تعالٰى انهم لم
يطلعوا اذ ذاك على كلام الاصل
اصلا حيث لم يلموا به الماما
ولا اشموا منه اشماما، ولكن
العجب من خاتمة المحققين
العلامة الشامي قدس سره السامي
حيث اورد كلام الاصل ثم لم يسمح الا باستظهار
عدم الجواز مريدا به عدم النفاذ اذ العقد عقد
فضولي فكانه اقتصر على النقل عن العلامة مصطفى
ولو راجع الغمز لرأى تصحيح الامام الولوالجي
لما في الاصل ومعلوم ان

طلاق وغیرہ ہوں تو عصام نے اپنی مختصر میں ذکر کیا ہے
کہ ان امور میں بھی اس کا عمل جائز ہے اور امام محمد
رحمہ اللہ تعالٰی نے اصل میں ذکر کیا ہے کہ یہ جائز نہیں
ہے تو یوں فرمایا کہ اگر دوسرا وکیل پہلے وکیل کی موجودگی
میں عمل کرے تو بیع وشراء کے علاوہ میں جائز نہیں ہے
اور یہی صحیح ہے اھ ملخصاً۔ جب اصل (مبسوط) کا
مفاد یہی ہے اور اسی ضمن میں اس کی تصحیح کردی گئی ہے،
تو اس کا خلاف ختم اور نادر روایت کمزور ثابت ہوگئی
اور خانیہ کا بیان ساقط ہوگیا، تو اب قنیہ کے بیان
کی کیا حیثیت ہے اگرچہ علامہ طحطاوی نے اس کی
تائید کی ہے اور پھر اس کو علامہ بحر نے بحر میں اور
محقق علائی نے دُر میں باعثِ اشکال قرار دیا ہے اور
کوئی بعید نہیں ان حضرات نے اصل کے بیان پر اطلاع
نہ پائی ہو جیسا کہ ان حضرات کے کلام سے عیاں ہو رہا ہے
کہ انھوں نے اصل کے مضمون کو چھوا تک نہیں ہے
لیکن علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے بارے میں
تعجب ہے کہ انھوں نے اصل کے بیان کو ذکر کرنے
کے باوجود عدم جواز کے اظہار کے علاوہ کچھ تعرض نہ فرمایا
حالانکہ وہ اس کے نفاذ کے خواہاں نہیں ہیں کیونکہ
دوسرے وکیل کا نکاح میں یہ عمل عقدِ فضولی ہے
معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شامی نے علامہ مصطفٰی کی نقل
کو کافی سمجھا اور اگر وہ غمز کی طرف رجوع کرتے تو امام
ولوالجی کا اصل کی عبارت کو صحیح قرار دینا دیکھ لیتے

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الوکالۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۱۱

روایۃ الاصول اذ اصححت سقطت کل روایۃ سواھا فکان السبیل الجزم دون مجرد الاستظھار، واللہ ولی التوفیق۔

کیونکہ یہ بات مسلّمہ ہے کہ جب اصول کی روایات کی تصحیح ہوجائے تو باقی تمام روایات ساقط قرار پاتی ہیں اس لیے مناسب تھا کہ علامہ شامی صرف اظہار کی بجائے اپنے جزم کو کام میں لاتے، اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ (ت)

بہرحال مذہب راجح پر یہ نکاح نکاح فضولی ہوتے ہیں اور نکاحِ فضولی کو مذہب حنفی میں باطل جاننا محض جہالت وفضولی بلکہ باجماعِ ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم منعقد ہوجاتا ہے اور اجازت اصیل پر (کہ یہاں وُہ عورت ہے جس کے بے اذن اُس کا نکاح غیر وکیل نے کردیا) موقوف رہتا ہے اگر وُہ اجازت دے نافذ ہوجائے اور رَد کردے تو باطل،

کماھو حکم تصرفات الفضولی جمیعا عندنا کماصرح بہ فی عامۃ کتب المذھب۔

جیسا کہ فضولی کے تمام تصرفات کا ہمارے ہاں حکم ہے جس کی تمام کتبِ مذہب میں تصریح ہے (ت)

عالمگیری میں ہے:

لایجوز نکاح احد علٰی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب اوسلطان بغیر اذنھا بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذٰلك فالنکاح موقوف علٰی اجازتھا فان اجازتہ جاز وان ردتہ بطل کذا فی السراج الوھاج۔[1]

عاقلہ بالغہ کی مرضی کے خلاف باپ یا حاکم کا کیا ہُوا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہوگا خواہ وُہ عاقلہ بالغہ باکرہ ہو یا ثیّبہ۔ اگر ایسا ہوا تو اس کی اجازت پر موقوف ہوگا، وہ جائز قرار دے تو جائز ہوگا ورنہ اگر رد کردے تو وُہ نکاح باطل ہوجائیگا' سراج وہاج میں یوُں ہی ہے۔ (ت)

پھر اجازت جس طرح قول سے ہوتی ہے مثلاً عورت خبر نکاح سُن کر کہے میں نے جائز کیا یا اجازت دی یا راضی ہوئی یا مجھے قبول ہے یا اچھا کیا یا خدا مبارک کرے الٰی غیرذٰلك من الفاظ الرضا (علاوہ ازیں تمام وُہ الفاظ جو رضا پر دلالت کرتے ہیں۔ ت) یونہی اس فعل یا حال سے بھی ہوجاتی ہے جس سے رضامندی سمجھی جائے مثلاً عورت اپنا مہر مانگے یا نفقہ طلب کرے یا مبارکباد لے یا خبرِ نکاح سُن کر خوشی سے ہنسے یا مسکرائے یا اپنا جہیز شوہر کے گھر بھجوائے یا اس کا بھیجا ہُوا مہر لے لے یا اُسے بلاجبر واکراہ اپنے ساتھ جماع یا بوس وکنار ومساس کرنے دے یا تنہا مکان میں اپنے ساتھ خلوت میں آنے دے یا اُس کے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۷

کامِ خدمت میں مشغول ہو جبکہ نکاح سے پہلے اس کی خدمت نہ کیا کرتی ہو و نحو ذٰلك من کل فعل یدل علی الرضا (اور یونہی اس قسم کے تمام وُہ افعال جو رضامندی پر دلالت کرتے ہیں۔ت) ان سب صورتوں میں وُہ نکاح کہ موقوف تھا جائز و نافذ و لازم ہو جائے گا۔ عالمگیری میں ہے:

کما یتحقق رضاھا بالقول کقولہا رضیت وقبلت واحسنت واصبت وبارك اللہ لك اولنا ونحوہ یتحقق بالدلالۃ کطلب مہرھا ونفقتہا وتمکینہا من الوطئ وقبول التہنیۃ والضحك بالسرور من غیر استہزاء کذا فی التبیین[1]۔

جیسا کہ، میں راضی ہُوں، میں نے قبول کیا، تُونے اچھا کیا، تُونے درست کیا، اللہ تعالٰی تجھے برکت دے یا ہمیں برکت دے جیسے الفاظ سے عاقلہ بالغہ کی رضامندی ثابت ہوتی ہے یُوں ہی ان افعال سے دلالۃً رضا ثابت ہوگی مثلاً مہر طلب کرنا، نفقہ طلب کرنا، وطی کی اجازت دینا، مبارکباد قبول کرنا، خوشی سے ہنسنا وغیرہ، جیسا کہ تبیین میں ہے۔(ت)

اُسی میں ہے:

وان تبسمت فھو رضاھو الصحیح من المذھب ذکرہ شمس الائمۃ الحلوائی کذا فی المحیط[2]۔

اگر وُہ خوشی سے تبسّم کرے تو وُہ رضا ہے، یہی صحیح مذہب ہے، اس کو شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا جیسا کہ محیط میں ہے(ت)

خانیہ میں ہے:

الرضا باللسان او الفعل الذی یدل علی الرضا نحو التمکین من الوطئ وطلب المہر وقبول المہر دون قبول الھدیۃ، وکذا فی حق الغلام[3]۔

رضا زبانی اور عملی دونوں طرح ہوتی ہے یہ ان امور میں ہے جو رضا پر دلالت کریں، جیسے وطی کی اجازت، مہر طلب کرنا، مہر کو وصول کرلینا، بخلاف ہدیہ قبول کرنے کے کہ یہ نکاح پر رضامندی نہ ہوگی۔ لڑکے کے بارے میں بھی ایسا ہی ہے۔(ت)

حاشیۂ طحطاویہ میں زیرِ قول درمختار وقبول التہنیۃ والضحك سرورا ونحو ذٰلك (مبارکباد قبول کرنا، ہنسنا خوشی میں وغیرہ۔ت) ہے کامرھا بحمل جہازھا الی بیت الزوج[4] (جیسے لڑکی کا جہیز کے سامان

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۹

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۱/۲۸۷

[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فی شرائط النکاح نولکشور لکھنؤ ۱/۱۵۸

[4] حاشیہ طحطاوی علی الدرالمختار کتاب النکاح باب الولی دارالمعرفۃ بیروت ۲/۳۲

کو خاوند کے ہاں منتقل کرنے کا کہنا۔ت) ردالمحتار میں ہے :

فی البحر عن الظھیریة لوخلاھا برضاھا ھل یکون اجازة لارواية لھذہ المسئلة وعندی ان ھذا اجازة اھ وفی البزازية الظاھر انه اجازة اھ[1] مافی الشامية اقول[۲۲] ومن ھھنا زادت المس والتعانق والتقبيل لان الخلوة برضاھا لما کانت امارة الرضا فھذہ الافعال اجدر واحری کمالا یخفی۔

بحر میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ لڑکی کی رضامندی سے وہ شخص خلوت کرلے تو کیا یہ لڑکی کی طرف سے نکاح کو جائز قرار دینا ہے یا نہیں تو اس مسئلہ کی روایت نہیں ہے اور میرے نزدیک یہ اجازت ہے اھ ، بزازیہ میں ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ اجازت ہوگی اھ شامی کی عبارت ختم ہوتی۔ اقول یہاں پر میں نے چھونا ، معانقہ ، بوسہ کو مزید بڑھایا کیونکہ جب خلوت رضا کی دلیل ہے تو یہ امور رضا پر دال ہونے میں زیادہ واضح ہیں جیسا کہ ظاہر ہے ۔ (ت)

حاشیتین علامہ طحطاوی وشامی میں ہے :

قوله بخلاف خدمته ای ان کانت تخدمه من قبل ففی البحر عن المحیط والظھیرية ولو اکلت من طعامه اوخدمته کماکانت فلیس برضی دلالة اھ[2]

ماتن کے قول "لڑکی کا خدمت کرنا" اس کے خلاف ہے یعنی اگر لڑکی نکاح سے پہلے اس شخص کی خادمہ تھی ، تو اس بارے میں بحر ، محیط اور ظہیریہ سے منقول ہے کہ اگر لڑکی نے اس شخص کا کھانا کھایا یا اس کی خدمت کی تو یہ رضا پر دلیل نہ ہوگی اھ (ت)

ہمارے بلاد میں عام لوگوں خصوصاً شریفوں خصوصاً اغنیاء میں اگرچہ یہ اکثر باتیں شبِ زفاف بلکہ مدت تک اُس کے بعد بھی واقع نہیں ہوتیں ، اور بوس وکنار ومساس وجماع جو اس شب ہوتے ہیں غالباً نہایت اظہارِ کراہت ونفرت کے ساتھ ہوتے ہیں جن کے باعث انھیں دلیلِ رضا ٹھہرانے میں دقت ہے مگر اس میں شبہ نہیں کہ شوہر کو شبِ زفاف تنہا مکان میں اپنے پاس آنے دینا اور اس خلوت پر سوا شرم کے کوئی اثر مترتب نہ ہونا یقیناً ہوتا ہے نکاح نافذ ہوجانے کے لیے اسی قدر بس ہے اور یہ امر قطعاً پیش از جماع واقع ہوتا ہے تو جماع بعد نفاذ ولزوم نکاح واقع ہوا اور اولاد اولادِ حلال ہُوئی بلکہ[۲۳] اگر مقاصدِ شرع مطہر اور اپنے بلاد کے حالات کو پیشِ نظر رکھ کر نگاہ دقیق فقہی سے کام لیجئے تو شبِ اوّل شوہر کو اپنے ساتھ جماع پر قدرت دینا بھی حقیقۃً رضا ہے ،

---

[1] ردالمحتار | باب الولی | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۳۰۱

[2] " | " | " | ۲/ ۳۰۲

حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار | کتاب النکاح | دارالمعرفۃ بیروت | ۲/ ۳۲

اگرچہ بظاہر بزار اظہار تنفر کے ساتھ ہو کہ یہ کراہتیں جیسی ہوتی ہیں سب کو معلوم ہے حقیقتِ حال یُوں منکشف ہو کہ اُس مرد کی جگہ کسی اجنبی کو فرض کیجئے جس سے اس کا نکاح نہ کیا گیا ہو کیا اس وقت بھی یہ ایسی ہی ظاہری کراہتوں پر قناعت کرکے بالآخر جماع پر قدرت دے دے گی حاشا وکلّا، تو صاف ثابت کہ یہ سب امور حقیقۃً قبول نکاح سے ناشی ہوتے بلکہ[۲۴] اس سے پہلے رخصت ہو کر جانا بھی اگرچہ بوجہ مفارقت اعزہ و خانۂ مالوفہ نہایت گریہ و بکا کے ساتھ ہو انصافاً دلیل رضا ہے کہ اگر اُسے اپنا شوہر ہونا پسند نہ کرتی اجنبی جانتی ہرگز زفاف کے لیے رخصت ہو کر اس کے یہاں نہ جاتی بلکہ[۲۵] اس سے بھی پہلے آرسی مصحف یعنی جلوہ کی رسم جہاں ہے بشرطیکہ عورت پہلے سے اس کے سامنے نہ آتی ہو وہ بھی دلیل قبول ہے کہ اگر غیر مرد سمجھتی زنہار منہ دکھانے پر راضی نہ ہوتی اسی[۲۶] طرح مُٹھی کھلوانے وغیرہ کی رسمیں بھی کہ جلوہ سے بھی پیشتر ہوتی ہیں دلالت و علامت قرار پاسکتی ہیں اور ان تمام باتوں میں بکر و ثیب یکساں ہیں کہ ان میں صرف مسئلہ سکوت میں فرق ہے باقی دلالتیں دونوں میں برابر ہیں تبیین الحقائق میں ہے:

لا فرق بینهما فی اشتراط الاستئذان والرضا وان رضاهما قد یکون صریحا وقد یکون دلالۃ غیر ان سکوت البکر رضا دلالۃ لحیائها دون الثیب[۱]۔

باکرہ اور ثیبہ دونوں کا معاملہ اجازت طلب کرنے اور رضا حاصل کرنے میں مساوی ہے اور ان کی رضا کبھی صریحاً اور کبھی دلالۃً ہوتی ہے ہاں صرف اجازت کے موقعہ پر سکوت کے بارے میں فرق ہے کہ باکرہ کا سکوت اس کے حیاء کی وجہ سے رضا کی دلیل ہے مگر ثیبہ کیلئے نہیں۔ (ت)

غرض جب شرع سے قاعدہ کلیہ معلوم ہولیا کہ جس فعل سے اس نکاح پر عورت کی رضا ثابت ہو اذن و اجازت ہے اور بنظرِ تحقیق و انصاف جب اُس شخص اور مرد اجنبی کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں تو یہ امور دلیل رضا و قبول نکلتے ہیں تو نفاذ نکاح کا انکار نہ کرے گا مگر جاہل بلکہ[۲۷] جب یہ طریقۂ نکاح ہمارے بلاد میں عام طور پر رائج اور معلوم ہے کہ وکیل خود نہ پڑھائے گا دوسرے سے پڑھوائے گا تو کہہ سکتے ہیں کہ ضمن اذن میں دوسرے کو اذن دینے کا بھی عرفاً اذن مل گیا فان المعروف کالمشروط کما هو من القواعد المقررۃ الفقهیۃ (جیسا کہ فقہی قواعد میں ہے کہ معروف، مشروط کی طرح ہے (یعنی عرف میں مقررہ امور بغیر ذکر بھی معتبر ہوں گے)۔ ت)

اور وکیل کو جب اذن توکیل ہو تو بیشک اُسے اختیار ہے کہ خود پڑھائے یا دوسرے کو اجازت دے فی الاشباہ لایوکل الوکیل الا باذن او تعمیم[۲] الخ (اشباہ میں ہے کہ کوئی وکیل اپنا نائب وکیل مؤکل کی

[۱] تبیین الحقائق | باب الاولیاء والاکفاء | المطبعۃ الکبری الامیریۃ مصر | ۲/ ۱۱۹

[۲] الاشباہ والنظائر | کتاب الوکالۃ | ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی | ۲/ ۶

اجازت یا عمومی اختیار کے بغیر نہیں بنا سکتا ہے۔ ت) اس تقدیر پر یہ نکاح سرے سے نافذ و لازم واقع ہوا جس کی تنفیذ میں ان تدقیقات کی اصلاً حاجت نہ رہی مگر یہ جب ہی کہہ سکیں گے کہ اس طریقہ نکاح کی شہرت ایسی علم ہو کہ کنواری لڑکیاں بھی اس سے واقف ہوں اور جانتی ہوں کہ وکیل خود نہ پڑھائے گا دوسرے سے پڑھوائیگا

والا لو یکن معروفا عندھن فلا یجعل کالمشروط فی حقھن تأمل و راجع مسئلة سعر الخبز وغیرہ فی البلد۔

ورنہ یہ لڑکیوں کے ہاں معروف نہیں ہوگا اس لیے ان کے حق میں مشروط کی طرح نہ ہوگا، غور کرو اور شہر میں روٹی کے بھاؤ وغیرہ کے مسئلہ کی طرف رجوع کرو۔ (ت)

یہ سب اُس تقدیر پر ہے کہ وکیل اصلی نے بعد نکاح کوئی کلمہ ایسا نہ کہا جو اس نکاح کی اجازت ٹھہرے ورنہ خود اسی کے جائز کرنے سے جائز ہوجائے گا اگرچہ اسے اذن توکیل اصلاً نہ ہو۔

فی الاشباہ الوکیل اذا وکل بغیر اذن و تعمیم واجاز ما فعله وکیله نفذ الا الطلاق و العتاق[1]۔

اشباہ میں ہے کہ اگر موکل کی اجازت کے بغیر یا عمومی اختیار حاصل کئے بغیر وکیل نے از خود دوسرا وکیل بنالیا تو دوسرے وکیل کے لیے عمل کو پہلے وکیل نے جائز قرار دیا تو یہ عمل نافذ ہوجائے گا ماسوائے طلاق اور عتاق کہ ان میں نافذ نہ ہوگا۔ (ت)

حموی میں ہے:

وکذا لو عقد اجنبی فاجاز الاول[2]۔

یوں ہی اگر وکیل کے لیے کسی اجنبی نے عمل کیا تو وکیل نے اسے جائز قرار دیا۔ (ت)

غرض ہر طرح پیش از جماع ان نکاحوں کے نافذ و لازم ہونے میں شبہہ نہیں تو اولاد قطعاً اولادِ حلال **اور بالفرض**[۳] ان باتوں سے قطع نظر کیجئے اور بتقدیر باطل ہی مان لیجئے کہ اصلاً ان امور سے کچھ واقع نہیں ہوتا تاہم جب ان بلاد میں عام مسلمین کو اس میں ابتلا ہے تو راہ یہ تھی کہ اس روایت پر عمل کریں جسے امام عصام نے اپنے متن میں اختیار فرمایا اور امام فقیہ النفس قاضی خاں نے اپنے فتاوٰی اور زاہدی نے قنیہ میں اس پر جزم کیا اور علامہ سیدی احمد طحطاوی نے اُس کی تائید کی یعنی وکیل بالنکاح جب دوسرے کو نکاح پڑھانے کی اجازت دے اور وہ اس کے سامنے پڑھادے تو نکاح جائز و نافذ ہوجائے گا اگرچہ وکیل کو

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب الوکالة ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۱۱-۱۰

[2] غمز عیون البصائر شرح اشباہ والنظائر " " " ۲/۱۱

اذنِ توکیل نہ ہو۔

اما روایة عصام فقد سمعت، و اما الامام فقیه النفس فقال فی وکالة الخانیة الوکیل بالتزویج لیس له ان یؤکل غیرہ فان فعل فزوج الثانی بحضرة الاول جاز[1] اھ واما القنیة ففی الدر لو استأذنها فسکتت فوکل من یزوجها ممن سماہ جاز ان عرفت الزوج والمھر کما فی القنیه، و استشکله فی البحر بانه لیس للوکیل ان یوکل بلا اذن فمقتضاہ عدم الجواز او انها مستثناة[2] اھ قال ط قوله فمقتضاہ عدم الجواز قد یقال ان الوکیل فی النکاح وان تعدد سفیر و معبر والحقوق ترجع الی الموکل فاذا الاضیر فی تعددہ لاسیما والزوج والمھر معلومان ویؤید ذلك ماذکرہ المص والشارح فی الوکالة حیث قالا الوکیل لایوکل الا باذن امرہ الا اذا وکله فی دفع زکاۃ فوکل اٰخر

لیکن عصام کی روایت تو آپ نے سُن لی مگر امام فقیہ النفس (قاضی خاں) تو اُنھوں نے خانیہ کے باب وکالت میں فرمایا کہ نکاح کے وکیل نے اگر کسی کو وکیل بنایا تو یہ اس کو جائز نہیں، اور بنالیا تو دوسرے نے اگر پہلے کی موجودگی میں نکاح کیا تو جائز ہوگا اھ مگر قنیہ، تو دُر میں ہے کہ اگر وکیل نے لڑکی سے اذن لینا چاہا تو لڑکی خاموش رہی اور وکیل نے دوسرے شخص کو نامزد کیا تاکہ وُہ اس لڑکی کا نکاح کرے تو لڑکی کو اگر زوج کا نام اور مہر معلوم ہوجائے تو اس دوسرے وکیل کا کیا ہُوا نکاح جائز ہوگا، جیسا کہ قنیہ میں ہے اس پر بحر میں اشکال کیا کہ وکیل از خود دوسرا وکیل نہیں بنا سکتا، لہذا اس بنا پر دُوسرے کا نکاح صحیح نہیں ہونا چاہیے، یا یہ صورت مستثنیٰ قرار دی جائے اھ، اس پر طحطاوی نے فرمایا کہ اس کا قول 'عدم جواز چاہیے' اس پر یُوں کہا جاسکتا ہے کہ نکاح کا وکیل صرف سفیر اور معبّر ہوتا ہے وہ اگر متعدد بھی ہوں تو حقوق صرف موکل کی طرف راجع ہوتے ہیں، تو یہ زیادہ بھی ہوں تو کوئی مضر نہیں خصوصاً جبکہ لڑکی کو خاوند اور مہر کا علم ہوجائے، اس کی تائید مصنف اور شارح کے اس بیان سے ہوتی ہے جو انھوں نے وکالت کی بحث میں ذکر کیا ہے جہاں پر انھوں نے

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الوکالة فصل فی التوکیل بالنکاح نولکشور لکھنؤ ۳/ ۵۸۰

[2] درمختار کتاب النکاح باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

والوکیل بقبض الدین اذاوکل من فی عیالہ والاعند تقدیرالثمن من المؤکل للوکیل فیجوز التوکیل بلااجازۃ لحصول المقصود اھ ففی مسئلتنا ھذہ تظھر ھذہ العلۃ وھی کالمسئلۃ الاخیرۃ بجامع التعیین فی کل فتکون مستثناۃ فتعین الجواب الثانی فی الشرح فتأمل[1] اھ مافی ط۔

فرمایاکہ وکیل بغیر اجازت دوسراوکیل نہیں بنا سکتا مگر جب کسی وکیل نے زکوٰۃ دینے کے لئے کسی کواور قرض وصول کرنے میں وکیل نے اپنے عیال کو اور وکیل کیلئے مؤکل کی طرف سے ثمن طے کردینے کے بعد کسی دوسرے کو وکیل بنالیا تو بلا اجازت یہ وکالت جائز ہوگی کیونکہ اس سے مقصد پورا ہوجاتاہے اھ توہمارے اس مسئلہ میں بھی یہی علت ظاہر ہوئی اور یہ آخری مسئلہ کی طرح ہے کہ ان میں جامع علت مقصد کی تعیین ہے اس لیے یہ مستثنیٰ قرار پائے گا، اورشارح کا جواب ثانی متعین ہوجائے گا، غورکر۔ طحطاوی کا بیان ختم ہوا۔ (ت)

اور اگر بحالت استیذان غیراقرب سکوت ہُوا تو روایت امام کرخی رحمہ اللہ تعالےٰ موجود کہ مطلقاً سکوت کافی ہے،

فی ردالمحتار تحت قولہ استاذنہا غیرالاقرب فلاعبرۃ لسکوتہا الخ وعن الکرخی یکفی سکوتہا فتح[2] اھ۔

ردالمحتار میں "لڑکی سے اجازت حاصل کرے کوئی غیراقرب شخص، تواس صورت میں لڑکی کے سکوت کا اعتبار نہیں الخ" کے تحت فرمایا، اور امام کرخی سے ایک روایت میں ہے کہ اس کا سکوت رضامندی کے لیے کافی ہے، فتح اھ (ت)

مقاصد شرع سے ماہر خوب جانتاہے کہ شریعتِ مطہرہ رفق وتیسیر پسند فرماتی ہے نہ معاذاللہ تضییق وتشدید، ولہذا جہاں ایسی دقتیں واقع ہُوئیں علمائے کرام اُنھیں روایات کی طرف جُھکے ہیں جن کی بنا پر مسلمان تنگی سے بچیں۔ ردالمحتار کی کتاب الحدود میں ہے:

ھوخلاف الواقع بین الناس وفیہ حرج عظیم لانہ یلزم منہ تاثیم الامۃ[3]

یہ لوگوں میں مروّج کے خلاف ہے اور بہت بڑا حرج ہے کیونکہ اس سے پُوری امت کو گنہگار ٹھہرانا لازم آتاہے۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب النکاح باب الولی دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۳۰ - ۲۹
[2] ردالمحتار کتاب النکاح باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۱
[3] ردالمحتار کتاب الحدود مطلب فیمن وطئ من زفّت الیہ " " " " ۳/ ۱۵۵

اسی کی کتاب الحظر میں ہے :

هوارفق باهل هذا الزمان لئلا يقعوا فی الفسق والعصيان[1]

یہ بات موجودہ زمانہ کے لوگوں کے لیے بڑی رعایت ہے تاکہ وُہ فسق اور گناہ میں مبتلا نہ قرار پائیں ۔ (ت)

اسی کی کتاب البیوع میں ہے :

لا يخفى تحقق الضرورة فی زماننا ولاسيما فی مثل دمشق الشام ، فانه لغلبة الجهل على الناس لا يمكن الزامهم بالتخلص باحد الطرق المذكورة وان امكن ذٰلك بالنسبة الى بعض افراد الناس لا يمكن بالنسبة الى عامتهم وفی نزعهم عن عادتهم حرج وماضاق الامر الا اتسع ولا يخفى ان هذا مسوغ للعدول عن ظاهر الرواية كما يعلم من رسالتنا المسماة نشر العرف فی بناء بعض الاحكام على العرف فراجعها[2] اھ ملخصًا ۔

ہمارے زمانہ میں اس ضرورت کا پایا جانا واضح ہے خصوصًا شام میں دمشق جیسے شہر کے لیے، کیونکہ لوگوں میں جہالت کے غلبہ کی وجہ سے ان کو مذکورہ طریقوں میں سے کسی طریقہ سے باز رہنے کا پابند نہیں کیا جا سکتا، اگرچہ بعض لوگوں کو پابند بنانا ممکن ہے مگر عام لوگوں کے لیے یہ ممکن نہیں ہے، جبکہ عوام کو ان کی عادت سے منع کرنا ان کے لیے تنگی کا باعث ہے، اور جہاں معاملہ تنگ ہوتا ہے تو وُہ وسعت کا باعث ہوتا ہے اور یہ بات مخفی نہ رہے کہ ظاہر روایت سے اختلاف کی وجہ یہی چیز ہوتی ہے جیسا کہ ہمارے رسالہ "نشر العرف فی بناء الاحکام علی العرف" سے معلوم کیا جا سکتا ہے ، تو اس کی طرف متوجہ ہونا چاہیے ، اھ ، ملخصًا ۔ (ت)

پس روشن ہوگیا کہ اگر روایاتِ عصام وکرخی ہی پر مسلمانوں کا ان سخت آفتوں سے بچانا منحصر ہوتا تو انھیں پر بنائے کار چاہیے تھی نہ کہ مذاہبِ صحیحہ مشہورۂ معتمدہ پر بالیقین یہ نکاح جائز و نافذ ہوں پھر بزورِ زبان یہاں کے عام مسلمان مردوں، مسلمان عورتوں ، خدا کے پاکیزہ بندوں ، ستھری بندیوں کو معاذ اللہ زانی و زانیہ و اولاد الزنا قرار دیا جائے ، ایسی ناپاک جرأت نہ کرے گا مگر سخت ناخدا ترس ۔

يعظكم الله ان تعودوا لمثله ابدا ان كنتم مؤمنين[3]

اللہ تمھیں نصیحت فرماتا ہے کہ پھر ایسا نہ کہنا اگر ایمان رکھتے ہو۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۵

[2] " کتاب البیوع مطلب فی بیع الثمر والزرع الخ " " " ۴/ ۳۹

[3] القرآن ۲۴/ ۱۷

اور اس کے باقی ہذیانات کہ ولد حلال وحرام کی تمیز چنیں وچناں ہے کلماتِ جنوں سے بہت مشابہ جو بشدتِ احوال قابلِ جواب نہیں **البتہ اس قدر** ضرور ہے کہ اس طریقۂ نکاح میں ایک بے احتیاطی ہے جس کے باعث بعض دقتوں میں پڑنے کا احتمال، تو اہلِ اسلام کو ہدایت چاہئے کہ اس سے باز آئیں، تین باتوں سے ایک اختیار کریں:

اوّلاً سب سے بہتر یہ ہے کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہے عورت سے خاص اسی کے نام اذن طلب کریں اور یہ ہمیشہ ہر طریقہ میں ملحوظِ خاطر رہے کہ اذن لینے والا یا تو ولی اقرب یا اس کا وکیل یا رسول ہو یا عورت سے صراحۃً "ہُوں" کہلوالیں، مجرد سکوت پر قناعت نہ کریں، اور بعض احمق جاہلوں میں جو یہ دستور سُنا گیا ہے کہ دلہن کے سر سے بلا ٹالنے کو پاس بیٹھنے والیوں میں سے کوئی "ہُوں" کہہ دیتی ہے اس کا انسداد کریں۔

ثانیاً وکالت دوسرے ہی کے نام کرنا چاہیں تو یُوں سہی کہ جس طرح دُلھن سے اس کی وکالت کا اذن مانگیں یُونہی اسے اختیارِ توکیل دینا بھی طلب کریں یعنی کہیں تُونے فلاں بن فلاں بن فلاں کو فلاں بن فلاں بن فلاں کے ساتھ اس قدر مہر پر اپنے نکاح کا وکیل کیا اور اسے اختیار دیا کہ چاہے خود پڑھائے یا دوسرے کو اپنا نائب بنائے، دُلھن کہے "ہُوں"۔

ثالثاً اگر یہ بھی نہ ہو اور دوسرے ہی شخص نے وکیل کے سامنے نکاح پڑھایا تو جب وُہ پڑھا چکے وکیل فوراً اپنی زبان سے اتنا کہہ دے کہ میں نے اس نکاح کو جائز کیا اور اس کہنے میں تاخیر نہ کرے کہ مبادا اس کے جائز کرنے سے پہلے دُلھن کو خبرِ نکاح پہنچے اور اُس کی ہم عمریں حسبِ عادتِ زمانہ اُسے کچھ چھیڑیں اور وُہ اپنی جہالت سے کوئی ایسی بات کہہ بیٹھے جس سے یہ نکاح کہ اب تک نکاح فضولی تھا رَد ہو جائے پھر وکیل تو وکیل خود دُلھن کے جائز کیے بھی جائز نہ ہوگا فان الاجازۃ لا تلحق المفسوخ (کیونکہ فسخ شدہ نکاح کو بعد کی اجازت مفید نہیں ہے۔ت) بخلاف ان تینوں شکلوں کے کہ بالکل اندیشہ و دغدغہ سے پاک ہیں۔

رہا زید کا کنگنے وغیرہ کو ذکر کرنا، وُہ محض فضول کہ آخر یہ رسمیں کفر تو نہیں جن کے باعث نکاح نہ ہو۔ ہاں معاذ اللہ اگر مرد یا عورت نے پیش از نکاح کفرِ صریح کا ارتکاب کیا تھا اور بے توبہ و اسلام اُن کا نکاح کیا گیا تو قطعاً نکاح باطل، اور اس سے جو اولاد ہوگی ولد الزنا، اسی طرح اگر بعد نکاح اُن میں کوئی معاذ اللہ مرتد ہو گیا اور اس کے بعد کے جماع سے اولاد ہُوئی تو وُہ بھی حرامی ہوگی اس کے سوا وہ کلمات جن پر فتاوٰی وغیرہا میں خلافِ تحقیق حکمِ کفر لکھ دیتے ہیں اور وُہ کلمات جن میں کوئی ضعیف مرجوح روایت بھی اگرچہ اور کسی امام کے مذہب میں عدمِ کفر کی نکل آئے اُن کے ارتکاب سے گو تجدیدِ اسلام و نکاح کا حکم دیں مگر اولاد اولادِ زنا نہیں۔

فی الدر المختار وغیرہ مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح و اولادہ اولاد زنا وما فیہ خلاف یؤمر بالتوبۃ والاستغفار و تجدید النکاح اھ[1]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

درمختار وغیرہ میں ہے جو چیز بالاتفاق کفر ہو اس کے ارتکاب سے عمل اور نکاح باطل ہوجاتا ہے اور اس کے بعد کی اولاد، ولدِ زنا ہوگی اور جس چیز کے کفر میں اختلاف ہو اس کے ارتکاب پر توبہ واستغفار اور تجدید نکاح کا حکم ہوگا اھ۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۹